فردوس جہاں

کلیاتِ سوداؔ اور دیوانِ بیان میں شامل مشترک کلام کے انتساب کا قضیہ

(مع ترمیم و اضافہ)

میرزا محمد رفیع سوداؔ اٹھارہویں صدی کے چند بڑے شاعروں میں سے ایک ہیں، یہ صدی ''عہد میر وسوداؔ'' اور ''اردو شاعری کا عہد زریں'' دو ناموں سے موسوم ہے۔ اس عہد کی تمام تر شہرت و مقبولیت کا انحصار بھی سوداؔ، میرؔ اور دردؔ کی ادبی فتوحات پر ہی ہے۔ سوداؔ ایسے خوش نصیب شاعر ہیں جو اپنی زندگی میں ہی مقام رافع پر پہنچ گئے تھے۔ آج صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ بیرون ملک کے متعدد کتب خانوں میں کلامِ سوداؔ کے لاتعداد مطبوعہ وغیر مطبوعہ نسخے ملتے ہیں۔ اور امر واقعہ یہ ہے کہ مقدمہ میں اردو شعرا میں جتنی شہرت سوداؔ کو ملی وہ کسی اور معاصر کے حصے میں نہیں آئی۔ وہ قیاساً ۱۱۲۵ھ میں بہ مقام دلی پیدا ہوئے اور اُن کا انتقال ۱۱۹۵ھ میں لکھنؤ میں ہوا۔

سوداؔ بلاشبہ اپنے عہد کے ایک بلند پایہ شاعر ہیں انھوں نے تقریباً تمام مروجہ اصناف شاعری میں طبع آزمائی کی ہے اور ہر صنف میں اپنے قدرت کمال کا جوہر دکھایا ہے وہ وسیع العلم اور بے پناہ تخیل کے مالک تھے۔ نادر تشبیہات اور طرفہ تراکیب کے استعمال پر کامل دسترس رکھتے تھے اُن کی تخلیقات کے مطالعہ کے دوران معلوم ہوتا ہے جیسے ترکیبیں اور تشبیہیں ان کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑی رہتی تھیں، جدھر قلم چلاتے ایک تہلکہ مچ جاتا، ان کی مدح کا زور اور ہجو کا شور ہر جگہ گونجتا تھا۔ سوداؔ کے قصیدے اگر شان دار ہیں تو ان کی دوسری اصناف بھی کم مرتبہ نہیں ہیں۔ اُن کے یہاں جذبات کی وہ صداقت، معصومیت، خلوص اور دردمندی نہیں ہے جو میرؔ کے لب ولہجہ میں شیرینی پیدا کرتی ہے۔ سوداؔ کے یہاں آہنگ ہے اور پُرشور آہنگ۔ میرؔ کی شاعری اس سے یکسر خالی ہے۔ سوداؔ اردو قصیدہ نگاری کے امام ہیں، ہجویات میں کوئی ان کا ثانی نہیں، تذکرہ نگاروں اور تاریخ ادبِ اردو کے مصنفین نے انھیں عرفیؔ، خاقانیؔ اور انوریؔ کے پہلو بہ پہلو بتایا ہے، اس کی صداقت ظاہر ہے۔ لیکن ان کی غزلیں بھی کسی طور اعلیٰ ادبی معیار سے ساقط نہیں کہی جاسکتیں۔

سوداؔ کے قصیدوں اور غزلوں کے ساتھ ساتھ اُن کے مرثیے، مثنویاں، رباعیاں، مخمسات،

مسدسات اور قطعے بھی ادبی معیار و میزان پر کھرے اترتے ہیں۔ علاوہ ازیں انھوں نے الگ الگ ہیئتوں میں کئی کامیاب شہر آشوب تصنیف کیے ہیں، نیز ایک عدد واسوخت بھی جو زبان و بیان کا عمدہ نمونہ ہے، اُن کے کلیات میں موجود ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ قدیم شعرا کے ساتھ ایک بہت بڑا المیہ یہ ہے کہ ان کا کلام مطبوعہ ہو یا غیر مطبوعہ الحاقی کلام سے یکسر پاک نہیں کہا جاسکتا ہے، میر ہوں یا اس عہد کے دوسرے شعرا تقریباً تمام کے کلام میں تحریفات والحاقات کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔ قدیم ادب بالخصوص شاعری کے ساتھ یہ خاص مسئلہ ہے کہ قاری سے جہاں کہیں پڑھا نہیں گیا اسے گھڑ لیا گیا اور یوں متن کچھ کا کچھ ہو گیا۔ ان نقطوں اور لفظوں کے ہیر پھیر سے تحریف و تصحیف کا سُقم تو ہوتا ہی ہے، کلام کے معانی و مفاہیم بھی بدلتے ہیں وہ الگ۔ قدیم شعری متون کی تدوین میں مدوّن کو جن مشکلات سے دوچار ہونا پڑتا ہے ان میں الحاقات و تصرفات کے مسائل سب سے زیادہ اہم اور پیچیدہ ہیں۔ سودا کے یہاں جتنی بڑی تعداد میں دوسروں کا کلام شامل ہے اور اصل متن میں جس کثرت سے تصرفات اور تحریفیں واقع ہوئی ہیں اس کی مثال اردو زبان وادب کی تاریخ میں کم کم ہی دیکھنے کو ملتی ہے۔

گارساں دتاسی فرانسیسی عالم تھا۔ اسے اردو زبان و ادب سے بے انتہا موانست تھی۔ وہ اس زبان کا اس قدر دلدادہ تھا کہ فرانس میں رہ کے بھی اِس زبان کی رفتار و ترقی سے باخبر رہتا تھا۔ اپنے دوستوں اور انگریز حاکموں کے توسط سے اس زبان کے بارے میں مختلف اقسام کی چھوٹی بڑی معلومات حاصل کرتا اور سال کے آخر میں اپنی یونیورسٹی میں اس موضوع پر لکچر دیتا۔ کلام سودا کی اشاعت کے بارے میں اپنی فراہم کردہ معلومات کی اطلاع اس نے ان الفاظ میں دی ہے، اس کا بیان ہے:

> ''۱۸۰۳ء میں اعلان ہوا تھا کہ کلکتہ میں کلیات سودا تین جلدوں میں زیر طبع تھا''۔

غالباً دتاسی کے اس بیان کی بنیاد پر شیخ چاند نے اپنی کتاب ''سودا'' میں لکھا ہے کہ:

> ''سودا کا کلیات سب سے پہلے اس کی وفات ۱۸۱۰ء کے بائیس سال بعد ۱۸۳۳ء میں کلکتہ میں طبع ہوا۔''

دتاسی کے محولہ بالا بیان کی روشنی میں قاضی عبدالودود نے سال انطباع کلیات سودا کے بارے میں ذیل کی رائے قائم کی۔

> ''میر کا کلیات وفاتِ میر کے انتقال (۱۸۱۰ء) کے کچھ ہی دنوں بعد کلکتہ (فورٹ ولیم کالج) سے چھپ کر شائع ہوا تھا۔ اہل کلکتہ (فورٹ ولیم کالج کے ارباب حل وعقد) کو کلیات سودا کی اشاعت کا خیال آیا ہو تو تعجب کی بات نہیں''۔

مذکورہ بالا دتاسی کی اطلاع اور اس کی بنیاد پر شیخ چاند کے قائم کردہ مفروضے کے علاوہ قاضی عبدالودود مرحوم کی قیاسی تائید کو میر شیر علی افسوؔس کی ایک تحریر سے بھی بہ ظاہر تقویت ملتی ہے۔ انھوں نے اپنی تصنیف ''آرائشِ محفل'' کے آغاز میں عرضِ مؤلف کے ذیل میں لکھا ہے۔

> ''بے کار رہنا اس ناکارے کا جو شعار نہیں، بنابراس کے، چند اوقات سرمنشۂ شعرا (شیر بیشۂ شعرا) میرزا رفیع سوداؔ کے کلیات کی صحت میں کاٹے۔ از بس کہ وہ کاتبوں کے قلمِ جہل سے اغلط ہوگیا تھا۔ جیسا چاہیے ویسا صحیح نہ ہوسکا اور نسخہ بھی دوسرا کہ مرتبہ صحیح ہو بہم نہ پہنچا سبب اس کے کہیں کہیں غلط رہ گیا''۔

لیکن منقولہ بالا بیانات اور قاضی عبدالودود مرحوم کی قیاسی تائید کے باوجود اب تک ۱۸۰۳ء میں شائع شدہ کلیاتِ سوداؔ کے کسی نسخے کی موجودگی کا علم نہیں۔ موجودہ حاصل شدہ معلومات کے مطابق سوداؔ کے کلیات کا چھپا ہوا نسخہ ''مطبوعہ مطبع مصطفائی'' کلام سودا کا وہ ایڈیشن ہے جو ۱۸۵۶ء میں طبع ہوکر پہلی بار منظر عام پر آیا۔ بدقسمتی سے اربابِ مطبع کے تمام تر حزم و احتیاط کے باوجود اس میں متعدد تحریفیں در آئیں اور معاصرین اور ان کے شاگردوں کا کلام بھی اس میں شامل ہوگیا ہے۔ پیش نظر جائزے میں اختصار ملحوظ رکھتے ہوئے بیاؔن کی دو مثنویوں اور اتنی ہی رباعیوں پر گفتگو کی جائے گی جو کلیات سودا اور دیوانِ بیاؔن دونوں میں مشترک ہیں۔

شیخ چاند نے اپنے تحقیقی مقالے ''سودا'' (مطبوعہ ۱۹۳۶ء) میں پہلی مرتبہ ان کی تصانیف اور کلام پر تفصیلی بحث کی اور قائمؔ کی سات مثنویاں، شیدؔا اور ممتاز کی ایک ایک مثنوی، بندرابن راقمؔ کا ایک ہجویہ قصیدہ نیز مہرباؔن یا مہربان خاں تخلص کے ساتھ موجود مرثیوں کو ان کے یہاں الحاق قرار دیا ہے۔

جس عہد میں سوداؔ تھے اسی عہد کے ایک قابل ذکر شاعر ''احسن اللہ خان'' متخلص ''بیان'' ہیں۔ ان کے نام کے بارے میں تذکرہ نگاروں اور تاریخ ادب اردو کے مورخین کی آرا مختلف ہیں۔ ''گلشن ہند'' (۱۸۰۱) کے مصنف مرزا علی لطف نے بیاؔن کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''بیان تخلص، احسن اللہ خاں نام شاگردوں میں سے مرزا مظہر جان جاناں کے تھے، سکونت دلی میں اختیار کی لیکن متوطن اکبرآباد کا تھا۔ شاگردوں میں سے مرزائے مذکور کے، عاشق مزاج اور شیریں زبان تھا۔ ریختہ میں صاحب دیوان تھا''۔

عمدۂ منتخبہ (تذکرہ سرور) مصنفہ نواب اعظم الدولہ میر محمد خاں بہادر سرور میں بیان کا نام ''خواجہ احسن الدین'' مرقوم ہے اس میں ان کا اصلی وطن کشمیر اور مقام پیدائش شاہجہان آباد بتایا گیا ہے۔

''گلشن ہند'' جو حیدر بخش حیدری کا تذکرہ ہے اس میں حیدری نے صفحہ ۴۴ پر بیان کا ذکر کرتے

ہوئے لکھا ہے کہ:

''بیانؔ تخلص، نام احسن اللہ خان، شاگرد مظہر جان جاناں، اکبر آباد میں رہتے تھے''۔

تذکرہ ''مجموعۂ نغز'' از قدرت اللہ قاسم مرتبہ محمود شیرانی میں ان کا نام ''احسن اللہ خان'' لکھا ہے۔

تذکرہ ''گلزار ابراہیم'' از علی ابراہیم خاں خلیل مرتبہ کلیم الدین احمد میں ان کا نام احسن اللہ خاں اور وطن اکبر آباد اور مولد شاہجہان آباد بتایا گیا ہے۔

''تذکرہ ہندی'' غلام ہمدانی مصحفی میں بیانؔ کا ذکر خواجہ احسن الدین خاں اور بیان تخلص کے ساتھ ہوا ہے۔

بیان کے بارے میں تمام تذکرہ نگار اس امر میں متفق ہیں کہ وہ شاگرد مرزا مظہر جان جاناں کے تھے اور تقریباً تمام نے انھیں ایک خوش گو اور خوش بیان شاعر تسلیم کیا ہے۔

بیانؔ کا اصلی نام احسن اللہ خان اور تخلص بیانؔ تھا۔ ان کا اصل وطن کشمیر اور مولد و مسکن شاہجہاں آباد تھا لیکن آخر وقت میں دکن چلے گئے اور حیدر آباد میں ۱۲۱۳ھ میں ان کا انتقال ہوا وہ ایک اچھے شاعر ہونے کے ساتھ ساتھ پاکیزہ مزاج، ظریف الطبع، کثیر الاحباب بھی تھے۔ شاعری کے فنون پر انھیں عبور حاصل تھا۔ بیانؔ کے کلام میں سادگی ہے اور سادگی میں بھی عجب سی لذت و کشش ہے انھوں نے اپنے کلام میں جن محاورات کا استعمال کیا ہے ان کی بندش چست اور بے ساختہ ہے۔

جس طرح سوداؔ کے کلام میں بعض شعرا مثلاً قائمؔ، مجذوبؔ، شیداؔ، یقینؔ، میرؔ، میر حسنؔ، ممتازؔ وغیرہ کا کلام شامل ہو گیا ہے اسی طرح بیانؔ کا کچھ کلام بھی سوداؔ سے منسوب ہو گیا ہے ان کی دو مثنویاں۔

(۱) چیچک نامہ (۲) مثنوی در تعریف چاہِ مومن خاں

اور دو رباعیاں سوداؔ سے منسوب ہو گئی ہیں۔ بیانؔ کے معاصرین تذکرہ نگاروں نے اپنے تذکروں میں مذکورہ بالا دونوں مثنویوں اور رباعیوں کو بیان کے نام سے منسوب کیا ہے۔ تفصیل حسب ذیل ہے:

در ہجو چیچ مرزا فیضو (۶۴ شعر)

قدرت اللہ قاسم کے تذکرہ مجموعۂ نغز میں مرقوم ہے:

''در مثنوی خود مسمّٰی بہ چنگ نامہ داد شاعری دادہ''

چنگ نامہ دراصل کتابت کی غلطی ہے اصلاً یہ ''چیچک نامہ'' ہی ہے۔ میر حسن جو احسن اللہ خاں بیان کے معاصر ہیں ان کا بھی اس کے بارے میں یہی خیال ہے وہ لکھتے ہیں:

''چیچ نامہ از و مشہور ست''

اس کے علاوہ یہ دونوں مثنویاں بیاںؔ کے معتبر قلمی نسخوں میں موجود ہیں نیز ڈاکٹر ارجمند آرا نے اپنے مرتبہ دیوان بیاںؔ میں اسے جگہ دی ہے جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ مثنوی اصلاً بیاںؔ کی ہی ہے غلطی سے سودا سے منسوب ہوگئی ہے۔ کلیات سودا میں اس مثنوی کا نام ''مثنوی ہجو چیچک مرزا فیضو'' ہے اور دیوان بیان میں یہ ''چیچک نامہ'' کے نام سے ملتی ہے۔ دونوں شعرا کے کلیات میں یہ مثنوی ایک ہی شعر سے شروع ہوتی ہے (آہ واویلا از دست روزگار) لیکن دونوں میں اشعار کی تعداد مختلف ہے۔ دیوان بیان میں یہ مثنوی ۶۶ اشعار پر مشتمل ہے جب کہ کلیات سوداؔ میں صرف ۶۴ شعر ہی ہیں۔ بیاںؔ کے یہاں کچھ اشعار ایسے ہیں جو کلیات سوداؔ میں درج نہیں ہیں اور دیوان بیاںؔ میں موجود ہیں۔ یہاں چند ایسے شعر نقل کیے جاتے ہیں جو کلیات سودا سے غیر حاضر ہیں لیکن بیاںؔ کے یہاں موجود ہیں:

جس طرح عشاق کی آہِ سحر
دل میں معشوقوں کے ہووے کارگر
پر غلط یہ تو کہا میں نے یہاں
آہِ عاشق میں اثر اتنا کہاں
کیا کہوں ایسی غرض اڑتی تھی قہر
پڑگئی تھی دھوم اس کی شہر شہر

اس کے برخلاف اس مثنوی میں ایسے شعر بھی ہیں جو سوداؔ کے یہاں موجود ہیں لیکن بیاںؔ کے مطبوعہ وغیر مطبوعہ نسخے اس کے اندراج سے خالی ہیں وہ یہ ہیں:

(۱)

دیکھ تو سارو کو کیا خورسند ہے
ڈھڈھو کو اس سے خوشی دہ چند ہے

(۲)

ہائے ایسا غم نہیں اب تک ہوا
میرزا جی کا ولی نعمت موا

(۳)

پودنے سے سنتے ہی اس بات کے
اوڑ گئے مینا کے طوطے ہات کے

کلیاتِ سودا اور دیوانِ بیان میں منقول مثنوی 'چیچک نامہ' میں متنی اختلافات موجود ہیں جنھیں کُلّی طور پر کاتب کی غلطیِ کتابت پر محمول نہیں کیا جاسکتا۔ چند مثالیں بہ طورِ نمونہ سطورِ ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

	متنِ کلیاتِ سودا (نسخۂ مصطفائی)	متنِ دیوانِ بیان (نسخۂ ارجمند آرا)
۱	آہ واویلا زدست روزگار	----------------
	قوش خانوں پر یہ غم ہے روبکار	قوش خانوں میں ہے یہ غم روبکار
۲	سر سے ہر اک باز نے پٹکی کلاہ	----------------
	رخت ہر شاہین نے پہنا سیاہ	رخت ہر شاہیں نے ہے پہنا سیاہ
۳	ہوگئے جرّوں کے دل غم سے دو نیم	----------------
	باشہ و باشین وشکرے بھی یتیم	----------------
۴	کیا ترمتی کیا کہی کیا بیسرا	----------------
	یک بہ یک ان سے زمانہ یوں پھرا	----------------
۵	صید اگر چاہیں کریں پدڑی کے تئیں	----------------
	پنجوں میں اتنی بھی گیرائی نہیں	----------------
۶	دیکھ کر دیتے ہیں اب ٹڈوں کے خیل	دیکھ کر دیتے ہیں یوں----------
	تیترے کے ساتھ اب کانٹے ہیں ویل	----------گاٹھے ہیں ویل
۷	پشہ کے آگے ترمتی ہے ضعیف	پشے کے آگے ترمتا----------
	بھنگی کی نظروں میں دھوبی ہے خفیف	----------دھونی ہے خفیف
۸	آہ کچھ مت پوچھو اب اس کا سبب	----------------
	کیا کہوں یارو میں تم سے ہے غضب	----------سے ہے غضب
۹	میرزا فیضو کی چیچک مرگئی	----------------
	قوش خانے جگ کے ویراں کرگئی	----------------
۱۰	کس قدر ہے آسمان بے امتیاز	----------------
	آہ کیا مارا ہے ان نے شاہباز	----------------
۱۱	وضعِ دوراں سخت ناانصاف ہے	----------------
	دیکھیو یارو یہ کیا انصاف ہے	----------------

۱۲	میرزا غمگین ہوں، چڑیاں شاد ہوں	----------------
	گھونسلے چھیوں کے یوں آباد ہوں	----------------
۱۳	ہاے کیا تیتر کے گھر شادی ہے آج	ہاے کیا تلیر----------
	پینک و غوغائی کے گھر آیا ہے راج	پینکِ غوغائی کے ہاں-------
۱۴	کبک کیا کیا مارتی ہے قہقہے	----------مارتے ہیں قہقہے
	کیسے ڈھبر کر رہے ہیں چہچہے	کیسے دھیّر----------
۱۵	حیف طعمہ ڈال کر وہ یوں مرے	----------------
	اور ہر اک جانور خوشیاں کرے	----------------
۱۶	کانپتے تھے خوف سے اس کے بٹیر	----------------
	جب سے سبزک پر کیا تھا اس کو سیر	جب سے سبزک----------
۱۷	ڈر سے بگلے نیند بھر سوتے نہ تھے	----------------
	کوّے غافل موت سے ہوتے نہ تھے	کوّے غافل----------
۱۸	کیا کبوتر کیا ٹیٹری کیا بزے	کیا کبوتر، کیا ٹیٹری،--------
	قمری اور تیتر لوے اور ابلقے	ٹونڑو، تیتر، لوے----------
۱۹	بگلے اس کے خوف سے کرتے نہ تھے	بغلی-------------
	سر کو پنکھواں کے تلے دھرتے نہ تھے	سر کو پنکھوں کے----------
۲۰	قاز تک چگتے نہ تھے جنگل کے کھیت	قاز چگ سکتے نہ تھے--------
	قرقرے چگتے کبھو لیکن سوچیت	----------لیکن سُچیت
۲۱	دغدغے کا کیا کلنکوں کے ہے ذکر	----------------
	زندگی کا اپنی تھا سارس کو فکر	----------------
۲۲	جانور آبی کی جب پڑتے خیال	جانور آبی کی جب پڑتی خیال
	کھینچ ڈالی تھی حواصل کی بھی کھال	----------------
۲۳	ایک دن مرزا گئے کرنے کو سیر	----------------
	ہوگئی اس میں تک اک طعمہ کو دیر	--------میں تنک طعمے کو دیر

۲۴	بھوکھ سے جھنجھلا کے وہ غصہ میں آ	---------------
	لے چلے مرزا ہی کو نیفے لگا	---------------
۲۵	اب پڑی ہے کوڑے اوپر لنڈمنڈ	------گھورے اوپر لنڈمنڈ
	گرد چگتے پھرتے ہیں چڑیوں کے جھنڈ	---------------
۲۶	ہاے وہ مرزا کہ جس کا سن کے نام	---------------
	آب ہو سیمرغ کا زہرہ تمام	---------------
۲۷	سو کیا اس کو فلک نے یوں ذلیل	---------------
	مرتے ہی چیک کے بگڑا ہے یہ نیل	------یہ بگڑا ہے نیل
۲۸	کوّوں کی ٹھونگیں ہیں اور مرزا کا سر	---------------
	سارو اڑجاتی ہے منھ پر پاد کر	شاروا اڑجاتی------
۲۹	اس کو مرزا گھر سے لے جاتے جدھر	لے نکلتے میرزا اس کو جدھر
	لونڈی سے کہہ جاتے چولہے ہانڈی دھر	چولہے پر لونڈی سے کہتے ہانڈی دھر
۳۰	گھر کی بی بی سے یہ کرجاتے قرار	---------------
	کون بھڑوا کھاوے کچھ غیر از شکار	ہم نہیں کھانے کے کچھ------
۳۱	اب دو پیازے قوشچی کھاتے ہیں سب	اب دو پیازے قوشچی------
	میرزا بولی کو ترسے ہے غضب	میرزا بوٹی کو ترسیں------
۳۲	تھے چڑیماروں پہ مرزا جی کے کر	---------------
	نصف ان کے جتنے پکڑیں جانور	---------------
۳۳	ہاے جس دن سے وہ یارو مرگئی	---------------
	سب چڑیماروں کے سر سے کرگئی	---------------
۳۴	بلکہ وہ کہتے ہیں خاص وعام میں	---------------
	میرزا آئے ہمارے دام میں	---------------
۳۵	لینگے پیسے سابق اور اب حال کے	---------------
	ورنہ پھنسوا دینگے جا کتوال کے	---------------

۳۶	جب نکلتے گھر سے وہ بازار کو	جب نکلتے میرزا بازار کو
	تیز کرتے وھاں چھری کی دھار کو	----------------
۳۷	دیکھ کر ان کے تئیں بنیے تمام	----------------
	بند کر آنکھوں کو کہتے رام رام	----------------
۳۸	ان سے یہ کہتے اگر منظور دھرم	----------------
	ہے تمھیں اور دھرم کی اپنے ہے شرم	---------کی ہے اپنے شرم
۳۹	مت چھڑاؤ پھٹکیوں کے جانور	مت چھڑاؤ----------
	جتنے ہوں پیسے انھوں کے جمع کر	----------------
۴۰	بھیج دو جلدی نہ ہو ایسا کہیں	----------------
	کھولوں میں پتواز سے چپک کے تئیں	----------------
۴۱	اس سخن کو جس گھڑی سنتے تھے وہ	----------------
	ووہیں کہتے تھے کہ جو چاہو سو لو	ووں ہی------------
۴۲	یہ تو بنیے کیا ہیں کئی اک روز میں	----------------
	راجپوتانہ سے آئیں رشوتیں	راجپوتانے سے----------
۴۳	جب سے مرنا ہوگیا اس کا یقیں	----------------
	ایک خر مہرہ کوئی دیتا نہیں	----------------
۴۴	گھر ہوا مرزا کا سب ماتم سرا	---------کا اب ماتم سرا
	پُرسے کو آتے ہیں یار اور آشنا	-------آتے ہیں یار اور آشنا
۴۵	کر گریباں چاک یاروں کے حضور	-----چاک یہ ان کے حضور
	یوں بیاں کرتے تھے اپنا منھ بسور	بین یوں کرتے ہیں منھ اپنا بسور
۴۶	ہاے تھی چپک جو وہ تو آپ تھی	----------------
	اپنے تو یارو وہ مائی باپ تھی	----------------
۴۷	کھولے تھا میں اس کو جب پتواز سے	کھولتا جب اس کے تئیں پتواز سے
	ہاتھ پر آتی تھی وہ اس ناز سے	----------------

۴۸	برگ گل جس طرح جھڑکر باد سے	----------------
	پنکھ پر بلبل کے آوے چاو سے	----------------
۴۹	پھینکتا جب صید پر میں اس کو جا	---------پراس کومیں جا
	اس طرح جا لاگتی کافر ادا	----------------
۵۰	جس طرح معشوق بعضے کی نگاہ	----------کی بعض نگاہ
	خون عاشق کا کرے ہے بے گناہ	----------------
۵۱	پودنے نے یھاں کے بنگالے میں جا	--------یاں کے بنگالے میں جا
	ایک مینا سے کہا یہ ماجرا	----------------
۵۲	مجکو بچپن سے رہا ذوق شکار	----------------
	پالا میں پر گد سے لے تا چوہے مار	پالا میں برغد سے---------
۵۳	خوب سا میں نے کیا ہے ان کا دید	خوب سا ان کا کیا ہے میں نے دید
	ریش پنچالوں میں ان کی کی سفید	ریش پنچالوں میں کی ان کی سفید
۵۴	پر نہیں دیکھا میں ایسا جانور	----------------
	ہووے چپک اور اڑے وہ قاز پر	----------------
۵۵	تھی غرض ہر جانور پر کیا وہ شیر	سب طرح کے جانور ڈالے تھی چیر
	گر پرند اس سے بچا سو ہے وہ تیر	گر پرند اس سے بچا، سو ہے وہ تیر
۵۶	کیا کہوں چپک تھی یا باشین تھی	----------------
	باز کی بچی تھی یا شاہین تھی	----------------
۵۷	سنتے ہیں یہ درد جس دم آشنا	---------جب وے آشنا
	ان سے کہتے ہیں کہ سچ اے میرزا	----------------
۵۸	واقعی یہ غم تو ہے گا ناگوار	----------------
	پر خداوندے سے ہے کیا اختیار	----------------
۵۹	غم میں اس کے میرزا اتنا نہ رو	----------------
	مت کہیں رو رو کے آنکھوں کو نہ کھو	مت کہیں ایذا ہو مرغِ روح کو

٦٠ گو پھنسا تھا دام میں آ کر ہما ---------------------
اوج پر تیرے نصیبوں میں نہ تھا ---------------------
٦١ غم کو اپنے دل سے اب موقوف کر --------سے تو موقوف کر
کر دیا سودا نے قصہ مختصر جوں بیاں کرتا ہے قصہ مختصر

(۲) مثنوی در تعریف چاہ مومن خاں

کلیات سودا کے تمام مطبوعہ نسخوں کے علاوہ متعدد خطی نسخوں میں بھی متذکرہ بالا مثنوی درج ہے۔ لیکن یہ مثنوی بھی بیاں کی ہی معلوم ہوتی ہے اور سہواً سودا سے منسوب ہوگئی ہے۔ کلیات سودا نسخۂ آسی میں یہ مثنوی ۱۸ اشعر پر مشتمل ہے۔ جبکہ دیوان بیان میں اشعار کی تعداد تقریباً دوگنی یعنی ۳۲ ہے۔ میر حسن نے اپنے تذکرہ ''تذکرہ شعراے اردو'' میں صفحہ ۲۷ پر اسے بیاں کے نام سے رقم کیا ہے۔ ''مجموعہ نغز'' از قدرت اللہ قاسم میں (ص ۱۲۴) یہ مثنوی بیاں کے نمونۂ کلام میں شامل ہے۔ نیز خلیق انجم نے اپنی تصنیف ''مرزا محمد رفیع سودا'' میں اسے بیاں کی ہی مثنوی شمار کیا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مثنوی بیاں کے تمام مطبوعہ وغیر مطبوعہ نسخوں میں شامل ہے۔

دیوان بیاں میں اس مثنوی کے آخری شعر میں تخلص موجود ہے لیکن کلیات سودا میں یہ مثنوی مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے کسی شعر میں تخلص نہیں ملتا ہے جس سے نتیجہ سامنے آتا ہے کہ یہ مثنوی بیاں کے ہی کے قلم کا نتیجہ ہے۔ اس کے کچھ اشعار کو نکال کر اور کچھ اشعار کو تحریف کر کے کلیات سودا میں شامل کر لیا گیا ہے پہلی مثنوی کی طرح اس مثنوی میں بھی اشعار میں کمی بیشی دیکھنے کو ملتی ہے۔

کلیات سودا میں شامل مذکورہ بالا مثنوی کے اشعار کی تعداد دیوان بیاں میں شامل مثنوی کے مقابلے میں کم ہے، دیوانِ بیاں میں زائد اشعار چودہ ہیں جو تمام و کمال سطور ذیل میں نقل کیے جاتے ہیں:

۱ یہ کٹورے سے نکلے ہے آواز
کہ نکوئی کن و در آب انداز
۲ نہیں مرنے کا حشر تک وہ مرد
جس کا نکلا ہے چاہ ایسا سرد
۳ اس میں پانی ہے یا کہ آب حیات
یا ہے وہ شربتِ گلاب و نبات

۴ نام اس یخ سرشت کا کس بھانت
لوں کہ بجتا ہے میرے دانت سے دانت

۵ جب سے پیدا ہوا ہے وہ پانی
جس کی کرتا ہوں میں ثناخوانی

۶ یارو اس دن سے برف بے چاری
گھلی جاتی ہے شرم کی ماری

۷ ٹھنڈی از بس ہوئی خریداری
ٹھٹھرے جاتے ہیں ان کے بیوپاری

۸ جتنے اس شہر میں ہیں شورہ فروش
کہتے ہیں دل ہی دل میں کھا کر جوش

۹ فکر کیا اس متاع کا کیجیے
آگ پانی کے ہاتھ سے دیجے

۱۰ قلمی کیجے اسی کو دے کے گداز
تا خریدار ہووے آتش باز

۱۱ لے کر اس آبِ جاں فزا کا نام
پانی پی پی کے کوستے ہیں تمام

۱۲ سچ ہے جس شہر میں ہو ایسا چاہ
شورے اور برف کی ہو وھاں کیا چاہ

۱۳ بس کہ بارد ہے وہ میں ڈرتا ہوں
نہ لگے بندھنے اب خنک مضموں

۱۴ آگے سردی کا اس کی کرتے بیاں
اینٹھی جاتی ہے میرے منھ میں زباں

مندرجہ بالا ۱۴ اشعار کلیات سودا سے ندارد ہیں لیکن باقی جو ۱۸ اشعر سودا اور بیاں دونوں کے یہاں مشترک ہیں اُن میں مندرجہ ذیل متنی اختلافات پائے جاتے ہیں:

	متنِ کلیات سودا	متنِ دیوان بیان
۱	رہ کے دنیا میں [۵۰]کیجیے وہ فکر	------ کچھ فکر
	بعد کوئی کرے بہ خوبی ذکر	------
۲	یہ لباس حیات فانی ہے	------
	نقش بر آب زندگانی ہے	------
۳	آگے کرتے تھے آدمی وہ کام	------ وے کام
	جس کے باعث رہے ہمیشہ نام	------
۴	کرتے تعمیر اہل مکنت وجاہ	------
	پل ومہماں سرائے ومسجد وچاہ	------ سراومسجد وچاہ
۵	اب نہ وہ دن ہیں اور نہ وہ راتیں	اب نہ وے دن رہے نہ وے راتیں
	رہ گئیں یادگار یہ باتیں	------ وے باتیں
۶	وہ جو تھا کوئی شخص مومن خاں	------
	غور گر کیجیے تو اب ہے کہاں	------
۷	لیک وہ کرگیا ہے ایسا کام	------
	کہ سدا باجتا ہے اس کا نام	------
۸	نزد اہل خرد کبھی نہ موا	ایک ایسا بنا گیا ہے کُوا
	جس کا نکلا ہے اس طرح کا کنوا	کہ کبھو روزِ حشر تک نہ موا
۹	کیا کنوا ہے کہ جس کی سن کے ثنا	کیا کُوا ------
	چھپ کے آوے ہے دیکھنے دریا	------
۱۰	نالے آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں	جھرنے ------
	شرم سے ڈبرے آب ہوتے ہیں	------
۱۱	جتنے روئے زمیں پہ ہیں تالاب	------
	ہوگیا ہے سبھوں کا زہرہ آب	------
۱۲	ڈگ ڈگا کر اگر کوئی پیوے	------
	تا نہ اوڑے لحاف کب جیوے	تانہ اوڑھے لحاف، کیا جیوے

۱۳	شور شورے کا اٹھ گیا اک بار	---------------یک بار
	ہوگیا سرد برف کا بازار	------------------
۱۴	برف والے جہاں تلک ہیں اب	------------------
	گرد پیش اس کنوئیں کے آکر سب	گردوپیش-----کنویں----
۱۵	کہتے ہیں ہاے چاہ مومن خاں	کہتے ہیں آہ------------
	گھر ہمارے کو کردیا ویراں	------------------
۱۶	کیا سقوں کا خانماں آباد	---------خان وماں آباد
	تیرے ہاتھوں سے اے کنوئیں فریاد	----------کنویں فریاد
۱۷	رو زمیں کے تمام اب کووے	ہفت اقلیم کے تمام کووے
	چھنی بھر پانی لے کے ڈوب موے	------------------
۱۸	جن نے یک بار بھی پیا وہ آب	جس----------------
	حشر تک زیرِ خاک ہے سیراب	------------------

رباعی

۱ آیا ہوں بہ تنگ دور رہتے رہتے
لوگوں سے تھکا پیام کہتے کہتے
روتا ہوں کہ سیل اشک جاری ہوئے
پہنچوں میں گلی میں اس کی بہتے بہتے

۲ کیا زلف میں اس شوخ کے دبکی تھی صبح
جوں شام سے ہوتی ہے کسی شب کی صبح
جب زلف کو میں ہاتھ لگایا اودھر
ہمسایہ پکارا کہ ہوئی کب کی صبح

بیانؔ کی منقولہ بالا دو رباعیاں بھی اُن کی مثنویوں کی طرح سوداؔ سے منسوب ہوگئی ہیں۔ یہ دونوں رباعیاں کلیات سوداؔ کے تمام مطبوعہ نسخوں میں ملتی ہیں اور بیانؔ کے مطبوعہ نسخوں کے علاوہ بیشتر قلمی نسخوں میں بھی شامل ہیں۔ مزید یہ کہ اس عہد کے تذکرہ نگاروں نے بھی اپنے تذکروں میں انھیں بیانؔ کے نمونۂ کلام میں ہی درج کیا ہے۔ مثلاً ''تذکرہ گلزار ابراہیم'' میں علی ابراہیم خاں خلیلؔ نے مذکورہ بالا رباعیوں کو بیانؔ کے نمونۂ

کلام میں دیا ہے، دوسری طرف یہ رباعیاں سوداؔ کے کسی معتبر قلمی نسخوں میں نہیں ملتیں۔ جیسے نسخۂ حبیب مکتوبہ ۱۱۷۴ھ اور نسخہ بنارس مکتوبہ ۸۷۔۱۱۷۷ھ اور نسخہ رچرڈ جونسن میں بھی نہیں ہیں۔ کلیات سودا میں بیاںؔ کی پہلی رباعی کو ہو بہو نقل کر دیا گیا ہے اور دوسری رباعی میں چند لفظوں کی تحریف کے ساتھ شامل کر لیا گیا ہے، دوسری رباعی دیوان بیان میں اس طرح نقل ہے۔

کیا زلف میں اس شوخ کی تھی دبکی صبح
یا شام سے ہوتی ہے کسو شب کی صبح
ٹک زلف کو میں ہاتھ لگایا کہ ادھر
ہمسایہ پکارا کی ہوئی کب کی صبح

مندرجہ بالا اختلافات کی صورت یہ ہے کہ اکثر جزوی طور پر متن میں ترمیم ہوئی ہے۔ لیکن بعض مقامات پر نصف شعر یا پورا شعر بدل دیا گیا ہے ان تبدیلیوں کی نوعیت اصلاح کی ہو سکتی ہے کہ سودا کے یہاں بیاںؔ کی یہ تخلیقات بہ غرض تصحیح پہنچی ہوں اور سودا نے اصلاح دی اور پھر وہ بیاںؔ کو واپس نہ مل سکی ہوں۔ ان میں بعض تبدیلیوں پر کاتب کے سہو قلم کا بھی گمان گزرتا ہے۔ بہرحال بہ حالت موجودہ یہ دونوں مثنویوں اور دونوں رباعیوں کو بیاںؔ کی تسلیم کرنے میں کسی طرح کے شک کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور انھیں بلا تأمل بیاںؔ کے رشحات قلم کا نتیجہ قرار دیا جا سکتا ہے۔